دعوت یا تحفہ قبول کرتے تھے۔ اگر کسی شخص کی کمائی کے بارے میں ہمیں شک ہو یا معلوم ہو کہ اُس کی کمائی حرام ہے‘ تو ایسی صورت میں کیا رویہ اپنایا جائے؟

ج: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بلاشبہہ حلال (بھی) واضح ہے اور حرام (بھی) واضح ہے‘ اور دونوں کے درمیان شبہے کی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص شبہات سے بچا‘ اس نے اپنے دین و آبرو کو محفوظ کرلیا‘‘۔ (بخاری ‘ مسلم)

اس حدیث میں ہماری رہنمائی کے لیے تین بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اول: حلال کو اللہ تعالیٰ نے واضح اور ظاہر کر دیا ہے اور طیبات کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ___ یہ طیبات اور حلال نہ صرف کھانے پینے میں‘ بلکہ بصارت‘ سماعت‘ معاملاتِ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حلال نگاہ وہ ہے جو صرف ان اشیا کو دیکھے جن کا دیکھنا اخلاقی طور پر درست ہے۔ ایسے ہی صرف ان چیزوں کو کھایا اور پیا جائے جو بجائے خود پاکیزہ اور صحت بخش ہوں۔

دوسری بات یہ سمجھائی گئی ہے کہ حرام کو واضح اور متعین کر دیا گیا ہے۔ اس لیے اس سے مکمل طور پر بچا جائے اور اس کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے۔ قرآن و حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ کوئی شخص اپنی پسند ناپسند سے کسی چیز کو حلال و حرام قرار نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ اللہ کے رسول کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی چیز کو‘ جسے اللہ نے اس کے لیے حلال کیا ہو‘ اپنے اُوپر حرام کرلے۔ (التحریم ۶۶:۱)

اسی بنا پر امام مالکؒ نے جو اصول بیان کیا ہے اس پر تقریباً تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ اصلاً تمام اشیا مباح ہیں جب تک انھیں قرآن و سنت حرام قرار نہ دے دیں۔ وجہ ظاہر ہے اِنَّ الْحَلَالُ بَیِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ ’’یہ دونوں چیزیں شریعت نے ظاہر اور واضح کر دی ہیں۔

تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ جن معاملات میں قرآن و سنت کا واضح حکم موجود نہیں ہے‘ یعنی مشتبہات‘ تو ان میں احتیاط کا رویہ اختیار کیا جائے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ دین اہلِ ایمان کو غیر ضروری طور پر مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ قرآن کریم نے یہ اصول دوٹوک الفاظ میں بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ دین میں آسانی چاہتا ہے (البقرہ ۲:۱۸۵)۔ حدیث میں بھی